رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

روزنامہ

DAILY
ALFAZL, QADIAN

ایڈیٹر غلام نبی

ترسیل زر بنام منیجر روزنامہ الفضل ہو

شرح چندہ پیشگی
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
ماہانہ

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

جلد ۲۴ | ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ | یوم یکشنبہ | مطابق ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء | نمبر ۴۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۴ اگست ۔ دھرم سالہ سے بذریعہ ڈاک ۱۳ اگست کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو سردرد اور متلی کی شکایت رہی ہ

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت ہے ہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے تشریف نہ لانے کے باعث آج حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب مقامی امیر نے نماز جمعہ پڑھائی ہ

آج بعد نماز جمعہ حسب معمول ریتی چھلہ کے احاطہ میں تجارتی منڈی لگائی گئی۔ آج پہلے کی نسبت کچھ زیادہ دوکانیں تھیں ہ

افسوس سید محمد باقر صاحب کاتب محلہ دار الرحمت کا چھوٹا لڑکا فوت ہوگیا۔ جسے قبرستان میں دفن کیا گیا ہ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے

درست خیال کرو۔ کہ تم کوئی حصہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لاکر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو۔ اور خدمت اور امداد سے پہلوتہی کرو۔ تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا۔ کہ اس کی خدمت بجا لائیگی تم یقیناً سمجھو۔ کہ یہ کام آسمان سے ہے۔ اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو۔ یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں۔ کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے۔ کہ تم کو خدمت کا

موقعہ دیتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے۔ کہ مقام گورداسپور مجھ کو الہام ہوا تھا۔ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاتَّخِذْنِیْ وَکِیْلًا ۔ یعنی میں ہی ہوں۔ کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں۔ پس تو مجھ کو ہی وکیل یعنی کارساز سمجھ۔ اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ۔ جب یہ الہام ہوا۔ تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا۔ اور مجھے خیال آیا۔ کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی حسرت نہیں۔ کہ میں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں۔ کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہوسکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال

ذکر و فکر

ہمارا موٹو کیا ہے؟

(حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کے قلم سے)

"موٹو" Motto کا لفظ طالبعلم کے لئے کیا ہی پیارا اور دلکش لفظ ہے۔ ہر سکول کا کوئی نہ کوئی اپنا Motto موٹو ہوتا ہے۔ سمجھدار اور شوقین طلباء خود اپنے لئے کوئی موٹو تجویز کر لیتے ہیں۔ بلکہ اسے خوشخط لکھ کر فریم میں لگوا کر اپنی نشست کی جگہ آنکھوں کے سامنے لٹکا لیتے ہیں۔ کسی کا موٹو ہوتا ہے۔ Live to learn یعنی ہمیشہ علم حاصل کرتے رہو۔ کسی کا موٹو ہوتا ہے Be faithful to your Country یعنی اپنے ملک کے وفادار رہو۔ کسی کا ہمت و استقلال کے متعلق ہوتا ہے۔ اور کسی کا ہمدردی خلائق کے متعلق۔ اور کسی کا ہمیشہ سچ بولنے کے متعلق۔ غرض درجنوں موٹو ہیں۔ جن کو نوجوان اپنے اپنے مذاق کے مطابق اپنی اپنی نظروں کے سامنے اپنی عملی زندگی کا رہبر بنانے کے لئے لکھتے اور دیواروں پر لگا لیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں ایک شہر میں ایک دوست کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ وہاں بھی ایک احمدی نوجوان نے ایک موٹو اپنے مذاق کے مطابق دیوار پر نہایت خوشخط لکھوایا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ چونکہ نیکی کے لئے یہ تجویز بھی ایک عمدہ محرک ہے سو ضرور ہے کہ قرآن مجید میں بھی جو دنیا میں اسی مطلب کے لئے نازل ہوا ہے۔ مسلمانوں کے لئے کوئی نہ کوئی موٹو موجود ہو اور وہ ایسا ہونا چاہیئے جو لوگوں کے اپنے تجویز کردہ موٹوز سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہو۔ یہ سوچکر میں نے قرآن اٹھایا۔ اور ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے۔ مجھے وہ الفاظ مل گئے۔ جو ہر مسلمان کی عملی زندگی کے لئے ہر زمانہ اور ہر عمر میں اس کا موٹو ہونے چاہئیں۔ اور ہر وقت اس کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ پھر وہ اتنے مختصر اتنے وسیع اور شاندار ہیں۔ کہ کسی انسان کے تجویز کردہ موٹو کے الفاظ اس کی برابری نہیں کر سکتے۔ اور ہر موٹو کو دیکھو تو اس قرآنی موٹو کے اندر شامل پاؤ گے۔ خود قرآن مجید نے بھی اس کو موٹو ہی کر کے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ یعنی ہر ایک شخص نے اپنا ایک قبلہ۔ مقصد یعنی موٹو تجویز کر رکھا ہے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارا موٹو

اِسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

ہونا چاہیئے۔ اس فقرہ کے معنے ہیں کہ نہ صرف تمام کی تمام نیکیاں کرو۔ بلکہ ہر نیکی میں دوسروں سے بڑھ کر آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔ پس کوئی نیک عمل نہیں جس پر یہ موٹو حاوی نہ ہو۔ اور پھر ہر نیکی کے ادنےٰ یا درمیانی درجہ پر ٹھہرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ سے بھی بڑھ کر آگے نکل جانے کی ترغیب دی ہے۔

اب دیکھو یہ قرآنی موٹو بہتر ہے یا تمہارے خود تجویز کردہ موٹو! اس میں ہمیشہ سچ بولنا بھی آگیا اسی میں علم سیکھنا بھی آگیا۔ اسی میں خدمت خلق بھی آگئی۔ اس میں بہادری اور جرأت کے کام بھی آگئے۔ غرض کوئی نیکی نہیں جو اس کے اندر شامل نہیں۔ پھر یہ کہ سچ بولو تو ایسا کہ دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ اور علم سیکھو تو ایسا کہ دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ والدین کی فرمانبرداری کرو تو ایسی کہ دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ ملک کی خدمت کرو تو ایسی کہ دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ غرض اس مختصر جملہ نے ہمیں سارے انسانی اور ناقص موٹوز سے مستغنی کر دیا۔ اور یہی فضیلت ہے جو قرآنی تعلیم کو دوسری تعلیموں پر حاصل ہے۔ پس تمہیں بھی چاہیئے۔ کہ تمام ناقص موٹوز کو اپنی دیواروں پر سے اتار دو اور اس الہامی موٹو کو لکھ کر انکی جگہ لٹکا دو اور ہر وقت اس جملہ یعنی

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور اس پر عمل کرنے کی فکر میں رہو تا کہ تم نہ صرف ہر ایک نیک کام کرسکو بلکہ ہر ایسے کام میں دوسروں سے اول نمبر پر رہو۔ آمین ؂

(بقیہ صفحہ ۳۔ کالم ۴)

کھڑے ہو کر کیا وہ یہ کوشش نہیں کر رہے۔ کہ اسلام کو اس واحد جماعت کی امداد سے بھی محروم کر دیں۔ جس کے سوا ان کے نزدیک اور کوئی اشاعت اسلام کرنے والی جماعت نہیں۔ اسی اسلام کو جسے وہ خود "مردہ لاش" قرار دے چکے ہیں۔ اور جس کے نام لیواؤں کو بھی "مردہ لاش" بتا چکے ہیں۔ اور اس طرح بدترین دشمن اسلام کی شکل میں رونما نہیں ہو رہے ہیں :

چودھری افضل حق صاحب ازراہ ضد و تعصب تسلیم نہ کریں۔ تو اور بات ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے۔ جو انہوں نے آج سے تھوڑا ہی عرصہ قبل بیان کی۔ اور جو انہی کے الفاظ میں پیش کی جا چکی ہے۔ کہ وہ مسلمان جن کے نمائندے بن کر جماعت احمدیہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ وہ آج بھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں "مردہ لاش" ہی ہیں۔ اور ان کے پاس جو اسلام ہے۔ وہ بھی "مردہ لاش" کے ہی حکم میں ہے۔ پس وہ غور فرمائیں۔ کہ ایک لاش کو دوسری لاشوں کے حوالے کرنا عقلمندی ہے۔ یا پہلے کی طرح یہ کہنا دانشمندی ہے۔ کہ :-

"ہر مسلمان کو لاہوری اور قادیانی احمدیوں کی طرح مبلغ بننا چاہیئے" (رسالہ فتنۂ ارتداد صفحہ ۲۴)

اسلام اور مسلمانوں پر سخت مصیبت کے ایام میں چودھری افضل حق صاحب کو مسلمانانِ ہند کے لئے جو بہترین مشورہ سوجھا۔ اور جسے انہوں نے تمام مصیبتوں کے ارتفاع کا ذریعہ سمجھا۔ وہ تو یہ تھا۔ کہ ہر مسلمان کو احمدیوں کی طرح مبلغ بننا چاہیئے لیکن آج وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ہر مسلمان کو احمدیوں کے سایہ سے بھی دور بھاگنا چاہیئے۔ انہیں ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا چاہیئے۔ انہیں ہر رنگ میں نقصان پہونچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حتیٰ کہ ان کا خاتمہ کر دینا چاہیئے :

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

چودھری صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا خطرہ ابھی دور نہیں ہوا۔ اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کی اب بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں محسوس کی گئی تھی۔ پھر آج بھی صرف جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو تبلیغی نظام رکھتی۔ اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا باعث سعادت سمجھتی ہے۔ پھر جو کوئی اس کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ وہ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ اور وہ شخص تو بہت ہی بڑا مجرم ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا علی الاعلان اقرار کر چکا۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے خدمت دین میں احمدیوں کی تقلید کرنا ضروری ٹھہرا چکا ہے :

درخواست ہائے دعا

(۱) بابو ضیاء الحق خان صاحب کا اکلوتا لڑکا قریباً سات ماہ سے بیمار ہے۔ اور بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اس سے قبل آپ کے کئی بچے ضائع ہو چکے ہیں۔ احباب عزیز کی صحت کاملہ و درازیٔ عمر کے لئے دعا فرمائیں خاکسار رفیق الحق خان فیروزپوری حال وارد قادیان

(۲) بندہ کی دینی و دنیاوی کمزوری کی دوری کے لئے احباب دعا فرمائیں۔ خاکسار غلام قادر بسرا حال قادیان

(۳) میرے والد ملک نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جاگے بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار صلاح الدین قائد قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

جماعت احمدیہ اور چودھری افضل حق صاحب

"ہر مسلمان کو احمدیوں کی طرح مبلغ بننا چاہیئے"

(۳)

ملکانوں پر آریوں کی یورش اور فتنہ ارتداد کے زمانہ میں چونکہ ایک طرف تو مسلمانوں پر اپنی کمزوری اور ناطاقتی اور اسلام سے دوری کا پورا پورا انکشاف ہوگیا تھا۔ اور دوسری طرف اپنے علماء اور مبلغین کی عبرتناک حالت کا پتہ لگ گیا تھا۔ اس لئے باہمی اتحاد و اتفاق کی قدر معلوم ہونے لگی۔ اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت بڑی سختی کے ساتھ محسوس کی گئی۔ یہی جذبات چودھری افضل حق صاحب کے بھی تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کی غفلت اور لاپرواہی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اسلام کی بے کسی اور بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:۔

"ہندوستان میں اسلام ایک مُردہ لاش ہے۔ جو دوسروں کے کندھوں کی شرمندۂ احسان ہے" (رسالہ فتنۂ ارتداد ص۲۱)

"نظر عبرت ایسی سالہ تحریکات پر ڈالو اور بتاؤ کیا مسلمان ہندوستان میں مُردہ لاش نہیں۔ جو دوسروں کے کندھے پر ہی اُٹھ سکتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار" (ص۲۳)

"آج جوش و ہیجان سے بے نیاز ہوکر دیکھو۔ کہ کس مرض نے ہمیں مفلوج کر دیا ہے۔ تمدنی و تعلیمی و اقتصادی حالت کا اندازہ لگاؤ۔ عامۃ المسلمین کو دیکھو۔ نہ دین سے سروکار۔ نہ دنیا سے حصہ۔ آج اصلاح کا وقت ہے۔ یا فساد کا۔ ہمیں اس جوش کو صحیح راہ پر لگانا۔ اس سے کام لینا چاہیئے" (ص۳۵)

مگر کون صحیح راہ پر لگائے۔ اور مسلمانوں سے صحیح طور پر کام لے۔ کیا مسجدوں کے ملاں۔ مکتبوں کے علماء۔ اور محراب و منبر کے واعظ۔ نہیں۔ وہ تو اس قابل ہی نہیں رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بالفاظ چودھری افضل حق "مسجد و منبر اس کے سپرد ہوتا ہے جس کی تعلیم ناقص تربیت خراب۔ اور نظر کی وسعت مسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں ہوتی۔ لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔ اور یہی تعلیم اوروں کو دیتا ہے۔ الحمد للہ کہ لاہور کی بعض مساجد میں درس قرآن شروع ہوگیا ہے۔ مگر اس درس تدریس کا منشاء یہ ہے۔ کہ اپنے مخصوص عقائد پر راسخ کیا جائے۔ اور بس۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آزاد خیالی کی بجائے سامعین میں تنگ خیالی آجاتی ہے۔ بجائے غیر اقوام میں تبلیغ کے آپس کی فرقہ بندیوں میں سرپھٹول ہوتی ہے۔ غور کرو۔ اس وقت لاہور میں ۱۳۶۵ مساجد ہیں۔ گو ان میں بہت تھوڑی ایسی ہیں۔ جو غیر آباد ہوں تاہم ساڑھے تین سو غیر آباد فرض کر لی جائیں۔ تو بھی ایک ہزار ایسی مسجد ہے جہاں پانچ وقت نماز ہوتی ہے۔ اس ہزار میں نصف بھی اگر باقاعدہ اماموں کی زیر نگرانی ہوں تو ۵۰۰ مسلمان واعظ یا مشنری ہمارے لاہور میں موجود ہیں۔ جن کا کام رات دن خدمت اسلام ہے۔ اسی طرح اگر نظر کو دور وسیع کریں۔ تمام ہندوستان کے شہر اور گاؤں کا خیال کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ہزاروں نہیں۔ بلکہ بلا مبالغہ لاکھوں مسلمان واعظ و مبلغ موجود ہیں۔ حیف ان کی ساری مساعی مسلمانوں میں ہی خانہ اندازی میں صرف ہوتی ہے جس طرح باپ کی کمائی نالائق اولاد بے دریغ برباد کرتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں فتوے بازوں کی جماعتیں سلف کے مسلمان مشنریوں کی کمائی کو لٹا رہے ہیں"

اس طرح یاس و ناامیدی کے بھنور میں گھرے ہوئے اور اپنے علماء اور واعظین کی عبرتناک حالت پر آنسو بہانے والے چودھری افضل حق صاحب کو روشنی کا ایک ہی مینار نظر آیا۔ اور وہ بآواز بلند پکار اُٹھے کہ

"سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں۔ مگر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں"

ایک طرف اس حالت کو رکھئے۔ جو اسلام کی بے کسی اور مسلمانوں کی مُردنی کی۔ اور علماء اور واعظین کی بے دینی اور بے حسی کی چودھری افضل حق صاحب نے بیان کی۔ اور دوسری طرف ان الفاظ کو دیکھئے جو جماعت احمدیہ کے متعلق انہوں نے رقم فرمائے۔ اور پھر ان کی اہمیت کا اندازہ لگائیے۔ چودھری صاحب کو تمام ہندوستان میں نظر دوڑا کر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے دوسرے مسلمانوں کا کوئی ایک مدرسہ اور ایک مکتب بھی ایسا نظر نہ آیا جہاں طلباء میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہو۔ گویا ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے صرف جماعت احمدیہ میں ہی انہوں نے یہ احساس پایا۔ کہ غیر مذاہب کے لوگوں میں اسلام کی اشاعت کرنی چاہیئے اور اس کے لئے وہ مبلغ تیار کرتی رہتی ہے پھر سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقہ کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں:۔

ظاہر ہے کہ پورے اخلاص اور پورے جوش کے ساتھ جماعت احمدیہ کی یہ وہ خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ جو ہر مسلمان کہلانے والے کے لئے باعث خوشی اور موجب فخر ہو سکتی ہے۔ اور وہ بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ اس تیرہ و تار زمانہ میں جبکہ پرائے چھوڑ اپنے بھی اسلام کے دشمن بن گئے۔ اس کے روشن چہرہ کو داغدار بنانے میں مصروف ہوگئے۔ اور اسلام "مردہ لاش" بن گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسلام کی حفاظت کے لئے احمدی جماعت کو کھڑا کر دیا۔ اور وہ ہر میدان میں سینہ سپر کھڑی نظر آتی ہے۔ یہی بات اس وقت چودھری افضل حق صاحب نے کہی۔ اور صاف الفاظ میں اقرار کیا۔ کہ "سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں" گویا احمدیوں کے سوائے باقی تمام فرقوں کے مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی کچھ بھی توفیق حاصل نہیں لیکن آہ! آج یہی چودھری افضل حق یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ احمدیوں سے بدتر مخلوق صفحۂ عالم پر کوئی نہیں۔ اور اس کو مٹائے بغیر دم نہیں لیں گے۔ کوئی پوچھے احمدیوں نے اب کونسے نئے عقائد اختیار کر لئے ہیں جن کی وجہ سے وہ دشمن اسلام اور گشتنی و گردن زدنی قرار پاگئے ہیں۔ اور کیا تمام خدمات اسلام محو ہوگئی ہیں۔ اور [illegible] کی طرح [illegible] گئے ہیں۔ اور ان کا غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا جذبہ جرم بن گیا ہے۔ پھر کیا احرار نے کوئی تبلیغی نظام قائم کر لیا ہے جس کے ماتحت غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت [illegible] کر رہے ہیں۔ اگر نہیں اور [illegible] نہیں۔ تو خدارا غور کریں۔ تبلیغ اور حفاظت اسلام کرنے والی واحد احمدی جماعت کے خلاف۔

(باقی [illegible])

حکومت برطانیہ کا وقار زائل ہو رہا ہے

لنڈن کے موقر انگریزی معاصر "دی سنڈے ٹائمز" نے اپنی ایک اشاعت میں "برطانیہ عظمیٰ" کے زیر عنوان ایک مقالہ لکھا ہے۔ جس میں برطانیہ کے وقار کے انحطاط کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

جنیوا میں نازی طریق سلام سے مسٹر ایڈن کی کھلم کھلا ہتک کی گئی ہے۔ ہٹلر نے ابھی تک مناسب نہیں سمجھا کہ برطانوی حکومت کے ان نہایت اہم اور فوری سوالات کا جو کئی ہفتے ہوئے اسے بھیجے گئے تھے۔ جواب دے۔ مسولینی نے اس سرعت کے ساتھ ایک فوجی مہم انجام دی ہے۔ جس نے ماہرین حرب کی ناواقفیت کو ان کے غلط اندازوں کے باعث علم آشکار کر دیا ہے۔ اطالیہ کی طرف سے عیسائی حبشہ کو مہذب بنانے کا کام تمام مخالفت کے باوجود تسلی بخش طور پر ترقی پذیر ہے۔ وہ تعزیری قیود جو برطانیہ نے لیگ آف نیشنز کی وساطت سے بڑے زور کے ساتھ عائد کی تھیں۔ بالکل بے اثر اور ناکارہ بنا دی گئی ہیں۔ جنہیں اب لیگ کی معرفت واپس لے لیا گیا ہے۔ اور یہ امر برطانیہ کے نیک نام پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ ہر جگہ یہی سننے میں آتا ہے۔ کہ برطانیہ کا وقار زائل ہو چکا ہے۔

وزیر اعظم کی پوزیشن اب اسقدر مضبوط نہیں جسقدر پہلے تھی۔ بلکہ اسے کمزور کہا جاتا ہے۔ وزیر بحریہ کے متعلق کہا گیا تھا کہ مستعفی ہونے اور یاد قدرطی۔ سے اپنے فرائض سے دستکش ہو جانے کے متعلق اس میں سرسیموئل ہور ایسی خود داری موجود نہیں۔ دارالعوام میں حکومت کے بنچوں کی اگلی نشستوں کو بزدل قرار دیا جا رہا ہے۔ قوم کے بڑے بڑے مختلف الخیال نمائندے امپائر کی موجودہ صورت حالات سے غیر مطمئن ہیں۔

نو آبادیات میں بے چینی اور اضطراب ہے۔ اس وقت تک جس طریق سے مسئلہ فلسطین کو سلجھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ برطانوی تدبر کا دیوالیہ نکلنے والا ہے۔

ہندوستان سکون کی حالت میں ہے۔ لیکن اس وسیع براعظم کی ہر چیز تبدیل ہونے والی ہے یہ امر کہ جدید اصلاحات ہندوستان کے لوگوں کے لئے مفید یا غیر مفید ثابت ہونگی۔ آیندہ چند ماہ میں نمایاں ہو جائے گا۔ لیکن اس اثنا میں تمام ملک کے اندر اندرونی طور پر برطانیہ کے خلاف جذبات کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ دہشت انگیزی کی تحریک جس کے متعلق خیال کیا گیا تھا کہ وہ بنگال سے ناپید ہو گئی ہے اب پھر اپنا سر نکال رہی ہے سیاسی جماعتیں آیندہ مجالس وضع قوانین کے انتخابات کے متعلق اپنے پروگرام مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ لیکن اس ضمن میں اخبار "گریٹ برٹن اینڈ دی ایسٹ" کے نامہ نگار خصوصی کا مقولہ نہایت اہم ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ "اس ملک میں انتخابات کے موقعہ پر وفاداری کی کوئی قیمت نہیں"۔

اس بات کا اندازہ کہ صورت حالات اس سے بھی بد تر ہے۔ ان معمولی واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔ جن کا بعض کوتاہ بین لوگوں کی وجہ سے تمام دنیا کی نظروں کے سامنے آجانا بالکل ممکن امر ہے۔ ہم اس جگہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو "فساد ڈسکہ" کہلاتا ہے۔

سر محمد ظفر اللہ خانصاحب وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل کے رکن ہیں۔ آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں ڈسکہ کے باشندے ہیں۔ آپ درحقیقت اس گاؤں کے رئیس ہیں اور آپکے چھوٹے بھائی چوہدری شکر اللہ خاں صاحب اب تمام جائداد کے نگران ہیں۔ ۳۰ ر جون ۱۹۳۶ء کو ڈسکہ میں ایک وحشیانہ واقعہ رونما ہوا۔ ہز ایکسلنسی وائسرائے کی کونسل کے رکن آنریبل ممبر کے بھائی پر اس دن برطانیہ کے دشمن احرار نے جو اس موقعہ کے لئے پوری طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔ بغیر کسی اشتعال کے حملہ کر دیا۔

چوہدری شکر اللہ خاں صاحب اور ان کے تین اور رفقاء شدید طور پر مجروح ہوئے کئی گھنٹوں تک انہیں خوف اور دہشت کا سامنا رہا۔ پولیس کو اس واقعہ سے بہت عرصہ پہلے احرار کے مذموم عزائم سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن مقامی حکام نے یا تو غفلت تساہل اور لاپرواہی سے کام لیا۔ یا وہ اسقدر کمزور تھے۔ کہ وہ احرار کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے۔ صورت حالات خواہ کچھ ہی ہو کوئی شخص یہ خیال کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب ایسے بلند پایہ انسانوں کی جان اور مال کی مناسب طور پر حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ تو ملک معظم کی اس وفادار رعایا کی کیا کیفیت ہو گی۔ جو اسقدر اعلیٰ پوزیشن نہیں رکھتی۔ یہ امر کہ چوہدری شکر اللہ خانصاحب اور ان کے دوسرے رفقاء جو شدید طور پر مجروح ہوئے ہیں۔ احمدیہ جماعت کے افراد ہیں۔ اس بات کو اور بھی زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ کہ برطانیہ کے دوستوں کو پنجاب میں کسقدر تکالیف دیجا رہی ہیں۔ ہم اہل برطانیہ کے دوست ہیں اور انکے دوست رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے محض ہمدردی کے طور پر ہم اعلیٰ حکام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ موجودہ صورت حالات کیطرف نہایت سنجیدگی کے ساتھ متوجہ ہوں۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ وہ پہلے ہی اس بارہ میں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں لیکن انہیں چاہیئے۔ کہ وہ خلوص نیت اور دلی تڑپ سے خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کریں تاکہ وہ انکی صحیح راستہ کی طرف۔ اس راستہ کی طرف جو راستبازی انصاف اور مضبوطی کا راستہ ہے۔ راہنمائی کرے۔ یہ نہایت نازک وقت ہے۔ اور مشکلات بہت ہیں۔ اس لئے برطانیہ عظمیٰ کو چاہیئے۔ کہ وہ عدل و انصاف۔ وفا اور محبت کی روح سے ان فرائض کو سر انجام دینے کے لئے بیدار ہو۔ جو نہ صرف دنیا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔

حضرت کرشنؑ کے جنم دن پر دہلی میں تقریر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی اس مبارک تحریک کے مطابق کہ ہر مذہب کے پیشواؤں کی تعظیم و تکریم کیجائے۔ ہر سال نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسے کئے جاتے ہیں جن میں شامل ہو کر ہر مذہب و ملت کے لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اظہار عقیدت کرتے ہیں۔

اس رنگ میں اب دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی جلسے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ دہلی میں حضرت کرشنؑ کے جنم دن کی تقریب میں ۸ ر اگست کو ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں خاکسار کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اول مشاعرہ ہوا۔ جس میں مصرعہ طرح "ہاں سنا دو پھر کہانی شام کی" تھا۔ اس کے بعد تقاریر ہوئیں۔ اہل علم کی کافی تعداد شریک جلسہ تھی۔ خاکسار نے دونو موقعوں سے فائدہ اٹھایا۔ طرح پر نظم بھی پڑھی۔ اور تقریر بھی کی۔ تقریر میں عرض کیا۔ کہ احمدی جماعت رسمی طریق پر حضرت کرشن علیہ السلام کی عزت نہیں کرتی۔ بلکہ ہمارا مذہبی عقیدہ ہے کہ تمام مذہبی پیشواؤں کی نہ صرف عزت کریں۔ بلکہ انکی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کریں۔ ہم جس طرح حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ وغیرہ انبیاء کی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت کرشن علیہ السلام کی عزت کرنے پر مجبور ہیں۔ اور ہم صرف متھرا کے کرشن علیہ السلام کو ہی نہیں مانتے۔ بلکہ دنیا بھر کے تمام کرشنوںؑ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس صداقت کا پرچار کرتے ہیں۔ کہ ہر زمانہ کے کرشن پر ایمان لانے میں نجات ہے۔ اور جس طرح حضرت کرشنؑ کے مقابلہ پر کنس دنیا میں خائب و خاسر رہا۔ اسی طرح ہر زمانہ کے کرشن کے مقابلہ میں کنس پیدا ہوتے ہیں جو نامراد رہتے ہیں۔ یہ ایک مشاہدہ ہے جو دنیا نے کیا اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔

خاکسار احسان علی از دہلی

الفضل۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے موعود کرشن بھیجا۔ وہ لوگ جو حضرت کرشنؑ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں وہ جو مانتے ہیں کہ انکے آنے کی تمام علامات پوری ہو چکی ہیں۔ اور زمانہ انکی آمد کا پر زور مطالبہ کر رہا ہے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر غور کرنا چاہیئے اور آپ کو قبول کر کے سعادت دارین کا مستحق بننا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک احراری وکیل کے اعتراضات کے جواب

(۱) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنیوالے احراری (۲) مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت (۳) بروز اور تناسخ میں فرق

سرورِ دوعالم کی شان میں گستاخی

روزنامہ "نیرنگ" لاہور کی ۸ اگست کی اشاعت میں ایک مضمون بعنوان "ظل و بروز" شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نویس شریف حسین وکیل گورداسپور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر بے سروپا اعتراضات کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"(مجھے) یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو محمدؐ کی برابری۔ بلکہ ان سے افضلیت کا دعوے ہے"

اس نہایت ہی جھوٹے اور بے بنیاد الزام کے متعلق قبل اس کے کہ ہم کچھ اور لکھیں، احرار اور ان کے ہمنواؤں کی اس بے ادبی بلکہ گستاخی کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جسے وہ سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کی جناب میں روا رکھتے ہیں۔ کس دیدہ دلیری اور بے باکی کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہر قسم کے درود اور سلام کے بغیر لکھا گیا۔ اور اس عظیم الشان نبی کو جس کے متعلق خدا تعالےٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ خدا اور اس کے ملائکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر درود بھیجو۔ صرف "محمد" (صلے اللہ علیہ وسلم) کہکر پکارا گیا ہے۔ اور اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کی گئی کہ اس نام کے ساتھ آریوں اور عیسائیوں کی طرح "صاحب" ہی لکھدے۔ جو لوگ اس درجہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے عاری ہو چکے ہوں۔ جن کے قلوب اس قدر مسخ ہو چکے۔ اور جن کے دل اتنے تاریک ہو چکے ہوں۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیتے ہوئے صرف "محمد" کہنے پر اکتفا کریں۔ ان کی اسلام دوستی کی حقیقت بیب پر واضح ہو سکتی ہے:-

لیکن جب اخبارات کے بیان کے مطابق احرار کے "امیر شریعت" کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو "میاں" کہنا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو "بڈھا" کہنا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "نڈھرا" کہنا جائز ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حال میں مولوی عطاء اللہ نے اپنی ایک تقریر میں یہ الفاظ استعمال کئے۔ تو اس "امیر شریعت" کے اتباع رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو کچھ بھی کہہ گزریں، کم ہے:-

حضرت مسیح موعود کے متعلق بہتان تراشی

قطع نظر اس گستاخانہ اور بے باکانہ رویہ کے جو احرار کا طغرۂ امتیاز ہے اور جس سے ظاہر ہے۔ کہ ان لوگوں کے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ بھی وقعت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ان ناپاک سطور میں جو الزام تراشی کی گئی ہے۔ وہ بے حد اشتعال انگیز۔ اور کذب و زور کی نجاست سے پوری طرح ملوث ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی ایک لفظ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین میں نہیں کہا۔ اور یہ سراسر غلط الزام ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات والا صفات پر تاریکی کے فرزند لگاتے رہتے ہیں۔ اور چند حوالے بیہودہ تاویلات اور بدنیتی سے کام لے کر سیاق و سباق کاٹ کر پیش کئے جاتے ہیں تا حقیقت مشتبہ رہے۔ حالانکہ اصل حقیقت اصل تحریروں کے پڑھنے سے بالکل منکشف ہو جاتی ہے:-

پہلا اعتراض

بہرحال پہلا اعتراض یہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مدت تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے۔ اور آپ کے بعد نبوت کے دروازہ کو مسدود قرار دیتے رہے۔ لیکن اس کے بعد چند سال کے اندر ہی خود نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"مرزا صاحب کا دل و دماغ اس خطرناک صورتِ حالات کے پیدا ہو جانے کے بعد دو متضاد اور متقابل جذبات کی جولانگاہ بن گیا۔ ایک طرف نبوت کا خیال تھا۔ جو اعلانِ نبوت پر مجبور کر رہا تھا۔ دوسری جانب اپنا انکارِ نبوت جو اس سے قبل بڑی شد و مد سے کر چکے تھے۔ اس امر کا مقتضی تھا۔ کہ ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے طوعاً و کرہاً ایک عرصہ تک آپ ختمِ نبوت پر اصرار کرتے رہے۔ کیونکہ آیہ ختم النبیین (ختم النبیین کوئی آیت نہیں۔ نہ ہی یہ کسی آیت کا جزو ہے۔ اصل میں لفظ خاتم النبیین ہے۔ یہی جہالت اور علم دین سے ناواقفیت ہے۔ جس نے مولانا بالفضل اولانا شریف حسین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات کرنے پر آمادہ کیا) حدیث لانبی بعدی اور اجماع امت حصولِ مقصد کی راہ میں سدِ سکندری سے کم نہ تھے۔ دعوائے نبوت کو ایک وقت تک ملتوی رکھنا ضروری تھا"

تنقیح طلب امور

ان سطور میں تین امور تنقیح طلب ہیں۔ ایک یہ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک عرصہ تک خاتم النبیین کے یہ معنے کرتے رہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہے۔ دوسرا یہ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے کچھ عرصہ بعد خود دعوئے نبوت کر کے کہہ دیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں۔ بلکہ کھلا ہے۔ تیسرا یہ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ دیدہ دانستہ ایک عرصہ تک نبوت کے اعلان سے گریز کرتے رہے۔

پیش کردہ اعتراض کی ان تین شقوں میں سے سردست ہم پہلی دو شقوں کو لیتے ہیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر بالکل واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسی کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ جہاں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ لکھا ہے۔ کہ میں نبی نہیں ہوں یا یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یا یہ کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل مسدود ہے اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور آپ نے شریعت جدیدہ لانے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا۔ یا پرانا نبی ایسا نہیں آسکتا۔ جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے یا آپ کے واسطہ کے بغیر نبوت حاصل کرے۔ اسی طرح جہاں آپ نے اپنے متعلق لکھا۔ کہ میں نبی نہیں ہوں۔ اس کا بھی صرف یہ مطلب ہے کہ آپ شرعی نبی نہیں ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی نبوت کے اعلان کو ایک مدت تک دیدہ دانستہ روکے رکھا۔ سو یہ بھی بالکل غلط ہے:-

نبی کی تعریف میں اختلاف

واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دو مختلف اوقات میں نبی کی دو مختلف تعریفیں کرتے رہے ہیں۔

۱۹۰۱ء سے قبل آپ نبی کی اور تعریف کرتے تھے۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے متواتر اور بار بار وحی سے بتایا گیا۔ کہ آپ نبی ہیں تو آپ نے نبی کی وہ تعریف کی۔ جس کی رو سے آپ کو الہامات میں نبی کہکر پکارا جاتا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پہلے بھی نبوت کی شرائط آپ میں موجود تھیں۔ مگر چونکہ آپ نبی کی اور تعریف سمجھتے تھے۔ یعنی یہ کہ جو مستقل طور پر نبی ہو۔ اور آپ مستقل نبی نہ تھے۔ بلکہ آپ کو جو کچھ ملا تھا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نتیجہ تھا اس لئے ان الہامات کی جن میں آپ کے متعلق بارگاہِ ایزدی سے نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے۔ آپ تاویل فرماتے مگر جب آپ کو نبی کی صحیح تعریف سے اطلاع دی گئی۔ تو چونکہ اس کے مطابق آپ نبی تھے۔ اس لئے آپ نے بڑے زور سے اپنی نبوت کا دعوےٰ دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بیان فرمودہ تشریح

اس مسئلہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بیان فرما دیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب یعنے ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے۔ کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنے میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا۔ اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا۔ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو۔ کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا۔ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں میں نے یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا۔ کہ اگرچہ خداتعالےٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسےٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر سے نازل ہونگے۔ اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الہٰی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفائت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا۔ تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئے گا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا۔ کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا۔ کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا۔ اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا۔ اور نہ مجھے خواہش تھی۔ کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں۔ مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خداتعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰)

حضرت مسیح موعودؑ نے کس قسم کی نبوت کا دعوےٰ فرمایا

ان ہر دو اقتباسات سے جو اوپر درج کئے گئے ہیں۔ جہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا موجب ہو۔ بلکہ اس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلےٰ کا پتہ دیتی ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضمون نویس نے افترا اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے "طوعاً و کرہاً ایک عرصہ تک آپ ختم نبوت پر اصرار کرتے رہے۔" واقعات کے رو سے بالکل غلط ہے۔

پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ ختم نبوت کے وہ معنے جو غیر احمدی کرتے ہیں۔ کبھی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں کئے۔ کیونکہ ان معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کے سلسلہ کو بند ماننا پڑتا ہے۔ اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین ہے۔ پس ختم نبوت کا مفہوم وہی درست ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کیونکہ ان معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلےٰ و ارفع کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس امر کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں سراجاً منیراً کہا گیا ہے یعنے روشن چراغ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ روشن چراغ وہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنی روشنی اور نور کے ذریعہ دوسرے چراغوں کو بھی روشن کر سکتا ہو۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کا خطاب

بانی سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے۔ اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلا دے۔ اس پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں۔ اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خدا شناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا۔ تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ کا نام سراج منیر رکھا ہے۔ دوسروں کو روشن کرتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فیض روحانی نہیں۔ تو پھر دنیا میں آپ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہوا۔ اور دوسری طرف خداتعالےٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا۔ جس نے دعا تو یہ سکھلائی۔ کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو۔ مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے اندھا رکھا جائے گا لیکن اے مسلمانوں ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی مردہ مذہب ہے، تو کس قوم کو تم اس کی طرف دعوت کر سکتے ہو" (چشمہ مسیحی)

مگر افسوس کہ شریف حسین ایسے مسلمان اپنی جہالت کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہکر کہ آپ دوسروں کو نعوذ باللہ اپنے فیوض سے منور نہیں کرسکتے۔ آپ کے روشن چراغ ہونے کا انکار کرتے اور اس طرح سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ہتک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مگر نہایت ڈھٹائی سے ہتک کا الزام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگاتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا اور آپ کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے روشن چراغ ہیں۔ کہ جن کے ذریعے دوسرے چراغ بھی روشن ہوسکتے ہیں۔ چونکہ اس کے مطابق یہ ضروری تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ قوت قدسیہ آپ کے کسی بروز کی صورت میں ظاہر ہو۔ اس لئے متعدد پیشگوئیاں قرآن واحادیث میں ایسی موجود ہیں۔ کہ آخری زمانہ میں نبی اللہ مسیح موعود آئے گا۔ جس کے ذریعہ دین اسلام کو طاقت حاصل ہوگی۔ اور ادیان باطلہ پر اسے غلبہ حاصل ہوگا۔

اجرائے نبوت کے متعلق بزرگانِ سلف کی شہادتیں

پھر اجرائے نبوت کا عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں۔ بلکہ امت محمدیہ کے کئی اکابر کا بھی یہی مذہب رہا ہے۔ کہ ختم نبوت سے مراد تشریعی نبوت کا بند ہونا ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی نبوت کا۔ چنانچہ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی جو مسلمانوں کے مسلم بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں۔ ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی النبوۃ التشریع لامقامھا فلا شرع یکون ناسخاً لشرعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا یزید فی شرعہ حکماً اخر وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی ولا رسول بعدی ای لا رسول بعدی الی احد من خلق اللہ بشرع یدعوا ھم الیہ فھذا ھو الذی انقطع وسد بابہ لا مقام النبوۃ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۷۳) کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی۔ صرف تشریعی نبوت ہے۔ نہ کہ مقام نبوت۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے۔ اور یہی معنی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے۔ کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ اور لا رسول بعدی ولا نبی کے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں۔ جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے۔ اور میرے بعد کوئی رسول نہیں۔ یعنی میرے بعد دنیا کے کسی گوشہ کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا۔ جو نئی شریعت لے کر آئے۔ اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلائے۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے۔ جو بند ہوئی۔ ورنہ مقام نبوت بند نہیں۔

ملا علی قاری صاحب کی گواہی

حضرت ملا علی صاحب قاری فرماتے ہیں

قلت مع ھذا لو عاش ابراھیم وصار نبیاً وکذا لو صار عمر نبیاً لکان من اتباعہ صلی اللہ علیہ وسلم ... فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی نبی ینسخ ملۃ ولم تکن من امتہ (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ و ۵۹) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔ اسی طرح یہ قول کہ اگر عمر نبی ہو جاتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے۔ یہ اقوال خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

حضرت ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ارشاد

حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں

"وختم بہ النبیون ای لا یوجد من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس" تفہیمات الٰہیہ تفہیم صفحہ ۵۳) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بعثت انبیاء کا جو سلسلہ ختم ہوا۔ وہ ان معنوں میں ہوا ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ جس کو خدا تعالےٰ نئی شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے

مولانا عبدالحی صاحب کا قول

حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی اپنے رسالہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس میں تحریر فرماتے ہیں "بعد آنحضرت کے یا زمانہ میں آنحضرت کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحب شرع جدید کا ہونا البتہ ممتنع ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رسالہ موضوعات کبیر میں زیر حدیث لو عاش ابراھیم لکان نبیاً (اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا) لکھتے ہیں۔ اے لو عاش لکان من اتباعہ کعیسٰی وخضر والیاس فلا ینافض قولہ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ" صفحہ ۱۶۔ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو حضور علیہ السلام کے متبعین میں سے ہوتے۔ جیسا کہ عیسٰی۔ خضر۔ اور الیاس ہیں۔ پس یہ روایت خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کے مذہب کو منسوخ کردے۔

ان حوالجات سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ ختم نبوت کا وہی مفہوم صحیح ہے جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اور اگر اس سے نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔ تو اس کے مرتکب وہ تمام بزرگ ہوچکے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ کیا میاں شریف حسین احراری ان کے متعلق بھی وہی کچھ کہنے کے لئے تیار ہے۔ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا ہے۔

اسم احمد میں حضرت مسیح موعودؑ کی اشراکت

ایک اور بات جو اسی ضمن میں معترض نے بیان کی ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ہوں۔ اس لئے میرے انکار سے کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔"

اس عبارت کو بھی اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ اسم احمد میں شریک ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ کے قرب کا جو مقام بھی حاصل ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ہوں کوئی جائے اعتراض نہیں۔ یہ شراکت دنیاوی شراکت نہیں جس سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ شراکت بروزیت کی ہے۔ اور بروز چونکہ اصل میں ایسا فنا ہوتا ہے کہ اصل وجود کے بغیر اس کی کوئی ہستی تسلیم ہی نہیں کیجاتی۔ اس لئے بروز کے اندر صاحب بروز کی صفت کا بطور انعکاس آجانا کوئی قابل اعتراض امر نہیں ہوسکتا۔

وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں ہوتا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہانتک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

مسیح موعودؑ کے انکار سے کفر

پھر اس بات پر اعتراض کرنا بھی ہمارے نزدیک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے صریح غلطی ہے کیونکہ مسیح موعود خدا تعالیٰ کا فرستادہ اور رسول ہے اور خدا تعالیٰ کے رسول کا انکار کفر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے آنے کے متعلق متعدد پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ پس جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ اور جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو جھوٹا سمجھے اس کے کفر میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

مسئلہ بروز اور تناسخ

ان چند فرسودہ اور لایعنی اعتراضات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوی پر کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہوں۔ معترض نے مضحکہ اڑاتے ہوئے اپنی علمی قابلیت کا اسطرح اظہار کیا ہے کہ ظل اور بروز کو تناسخ کی قسم قرار دیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے۔ "آپ (بانی سلسلہ احمدیہ) نے منجملہ دیگر بدعات کے یہ مسئلہ (بروز۔ ظل اور مظہر کا) بھی بطور بدعت رائج کیا جو بلاشک و شبہ مسئلہ تناسخ کا دوسرا نام ہے" یہ "نکتہ آفرینی" کس قدر کور مغزی کا نتیجہ ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے اس قدر بیان کر دینا کافی ہے۔ کہ تناسخ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ اعمال کے نیک یا بد ہونے کی صورت میں انسان بار بار جنم لیتا ہے۔ اگر انسان کے اعمال بد ہوں اور وہ اسی حالت میں مر جائے تو اس کی روح ذلیل جونوں میں ڈال کر دوبارہ اس دنیا میں بھیجی جاتی ہے۔ اگر اعمال نیک ہوں۔ تو اس کی روح اچھی جونوں میں ڈال کر دوبارہ دنیا میں بھیجی جاتی ہے۔ مگر بروز ایک خالص اسلامی اصطلاح ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ مگر افسوس اصطلاحات اسلامی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے سمجھا نہیں جاتا۔

تناسخ اس امر کو کہتے ہیں کہ ایک ہی روح دوسرے اجسام میں بار بار حلول کرے لیکن بروز اس امر کو کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے خواص روحانیہ کسی دوسرے شخص میں بطور انعکاس داخل ہوں۔ پس اسلامی نقطہ نگاہ کے ماتحت کسی فوت ہو جانے والے کی روح دوبارہ کسی جسم میں داخل ہو کر دنیا میں ہرگز واپس نہیں آسکتی۔ البتہ اس کی خو بو رکھنے والے اور اس کی صفات کے مظہر ان پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کو بروز کہا جاتا ہے لیکن تناسخ میں ایک روح کا دوبارہ کسی اور رنگ میں دنیا میں آنا تسلیم کیا جاتا ہے پھر تناسخ میں مورد تناسخ اصل اور صاحب تناسخ کالعدم مانا گیا ہے۔ لیکن بروز میں مورد بروز ظل اور صاحب بروز اصل قرار پاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دنیا میں آنا بروزی رنگ میں ہے۔ نہ کہ تناسخ کے رنگ میں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگرچہ میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کی تشریح کر دی ہے۔ کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں۔ اور نیز محمد مہدی ہوں اس خیال پر مبنی نہیں ہے۔ کہ میں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اور نیز درحقیقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں۔ مگر پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے غور سے میری کتابیں نہیں دیکھیں وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا میں نے تناسخ کے طور پر اس دعویٰ کو پیش کیا ہے اور گویا میں اس بات کا مدعی ہوں کہ سچ مچ ان دونوں بزرگوں کی روحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائیگا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت مخلوق کے حقوق کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام رکھ کر نوع انسان کی خونریزیاں ہونگی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثواب عظیم حاصل کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا نے آسمان پر اس ظلم کو دیکھا اس لئے اس نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کی خو اور طبیعت پر ایک شخص کو بھیجا اور اس کا نام اسی طور سے مسیح رکھا جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شکل کا جو عکس پڑتا ہے۔ اس عکس کو مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ فلاں شخص ہے کیونکہ یہ تعلیم جس پر اب ہم زور دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور خدا کی مخلوق کی عموماً بھلائی چاہو۔ اس تعلیم پر زور دینے والا وہی بزرگ نبی گذرا ہے۔ جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور دوسری قسم ظلم کی جو خالق کی نسبت ہے وہ اس زمانہ کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو خالق کی نسبت کمال غلو تک پہنچ گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سو یہ حق تلفی خالق کی ہے اور اس حق کے قائم کرنے کے لئے اور توحید کی عظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے ایک بزرگ نبی ملک عرب میں گذرا ہے جس کا نام محمد اور احمد تھا خدا کے اس پر بے شمار سلام ہوں ۔ ۔ ۔

سو اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا۔ ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ سو میں ان معنوں کے لحاظ سے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔

(ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۱ تا صفحہ ۵)

صوفیاء کے نزدیک بروز کا مفہوم

پھر اس امر کا ثبوت کہ بروز ہونا اور چیز ہے اور تناسخ اور چیز یہ بھی ہے۔ کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔

"روحانیت کمّل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف مے فرماید کہ فاعل افعال شان مے گردد و ایں مرتبہ را صوفیاء بروز مے گویند و در شرح فصوص الحکم مے نویسد یعنی بغرض بیان کردن تطبیر بروز مے گوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبدء ظہور نمود۔ یعنی بطور بروز در ابتداء عالم روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در آدم متجلی شد وہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بروز و ظہور خواہد کرد و تصرفہا خواہد نمود و ایں را بروزات کمّل گویند نہ تناسخ (صفحہ ۵۲)

یعنی بعض مرتبہ ارباب ریاضت پر کمّل روحانیت ایسا قبضہ کر لیتی ہے کہ وہی ان کے اعمال کی فاعل بن جاتی ہے اور اس کیفیت کو صوفیاء بروز کہتے ہیں شرح فصوص الحکم میں بروز کی مثال بیان کرنے کی غرض سے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی تھے جنہوں نے آدم علیہ السلام کی صورت میں ابتداء میں ظہور کیا۔ یعنی بروز کے طور پر ابتدائے عالم میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روحانیت نے آدم علیہ السلام میں تجلی دکھائی۔ اور اس کی مثال یہ بھی ہے کہ آخر میں خاتم کی شکل میں ظاہر ہو۔ یعنی اولیاء کے خاتم کی صورت میں جو مہدی ہے۔ نیز یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روحانیت بروز اور ظہور پیدا کرے گی۔ اور اپنا تصرف دکھائے گی۔ اس کو کمّل بروز کہتے ہیں۔ نہ کہ تناسخ۔

اس حوالہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بروز اور تناسخ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور ان دونوں کو ایک قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ احرار عقل و دانش کو جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح "ظلی نبوت" ایک اصطلاح ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمائی۔ اور جس کی تعریف آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ:۔

"میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصل اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہامات میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

غرض بروز اور تناسخ کو ایک قرار دے کر اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت پر فرسودہ و بے ہودہ اعتراضات کر کے "نیرنگ" کے مضمون نویس نے جس عقل و دانش کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ احرار کے چھوٹے بڑے عقل و فکر اور دانش و فہم کی تمام قیود سے آزاد ہو کر صحیح معنوں میں "حُر" بنتے جا رہے ہیں۔

تبلیغ بیرون ہند

مشرقی افریقہ میں تبلیغ احمدیت

۱۸ جون سے ۲۹ جون تک کے عرصہ میں مندرجہ ذیل اشتہارات و رسائل شائع کئے گئے۔

سواحلی رسالہ نمبر ۶	۲۰۰۰
میدان دلائل میں مقامی حواریوں کا عجز	۳۰۰
اعلان بخدمت علمائے اسلام از حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی سے	۳۰۰
امام الزمان کا انتظار	۳۰۰
نبوت کسبی ہے یا وہبی	۳۰۰
مدعیان حمایت اسلام کی غیر معقولیت	۳۰۰

سواحلی رسالہ ایک ہزار ٹانگانیکا بھجوایا گیا۔ اور ایک ہزار یوگنڈا اور کینیا کالونی میں تقسیم کیا گیا۔ پانچ اشتہارات مختلف انیس مقامات میں جماعتوں اور غیر احمدیوں کو بذریعہ ڈاک روانہ کئے گئے۔ اس کے علاوہ نیروبی میں بھی تقسیم کئے گئے۔ اور جماعتوں کے بعض افراد اپنے طور پر بھی بعض غیر احمدیوں کو بذریعہ ڈاک روانہ کرتے رہے۔ اس عرصہ میں تجرید بخاری کا درس بعد نماز مغرب اور ایتوار کے دن درس قرآن دیا گیا۔ اور ایک مضمون عربی میں رسالہ البشریٰ کے لئے لکھا اور سات مضمون اردو میں غیر احمدیوں کے اشتہارات کے جواب میں لکھے گئے۔

نیروبی میں قاضی عبدالسلام صاحب اشتہارات کی طباعت کا کام کرتے رہے۔ محمد اکرم غوری صاحب کتابت اشتہارات کے کام میں مصروف رہے۔ چوہدری محمد شریف صاحب بی۔ اے اور بھائی عبدالرحمٰن صاحب و کریم بخش صاحب اشتہارات تقسیم کرنے میں لگے رہے اور شیخ غلام فرید صاحب تمام بیرونی جماعتوں کو اشتہارات و رسائل بذریعہ ڈاک بھجواتے رہے۔ اور دیگر تبلیغی اور خط و کتابت کا کام کرتے رہے۔ سروٹی میں ڈاکٹر احمد دین صاحب۔ خدا کے فضل سے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں کوشاں رہتے ہیں۔ نکورو میں محمد امین صاحب ٹیبورا میں شیخ صالح اور ناجم بن سالم صاحب افریقن دیان میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ دار السلام میں بھائی فضل کریم صاحب نہایت اخلاص اور استقلال کے ساتھ کام کر رہے ہیں خدا تعالےٰ کے فضل سے سواحلی رسالہ سے تبلیغ دن بدن وسیع ہو رہی ہے۔

مقامی غیر احمدی مولوی محمد حسین دیوبندی سے یہ قرار پایا ہے۔ کہ وہ ختم نبوت پر ایک پرچہ لکھیں گے۔ اور اس کے جواب میں خاکسار اور پھر وہ جواب الجواب اس طرح تین پرچے شائع کئے جائیں گے۔

مورخہ ۳ مئی کو ٹانگانیکا کے علاقہ کے دورہ کے بعد زنجبار پہونچا۔ زنجبار میں میرے آنے کے دو مقصد تھے۔ ایک یہ کہ ٹانگانیکا کے دورہ میں سواحلی زبان میں نماز۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات ایک سو حدیثوں کا انتخاب بخاری سے اور اسلامی اصول کی فلاسفی کے کچھ حصہ کا ترجمہ درست کرایا جائے۔ اس کے لئے ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کے ذریعہ زنجبار کے قاضی القضاۃ شیخ طاہر سے جو حکومت کی طرف سے سواحلی زبان کے ممتحن ہیں وقت لیا گیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ صاحب اور ایک اور قاضی شیخ سعید بن ناصر اور ایک ان کے کلرک حسین بن عمیر اور خاکسار ملکر کافی وقت اس پر خرچ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں بعض اور آدمیوں سے بھی وقت لیا۔ بقیہ وقت ان کے پاس جاکر ترجمہ درست کراتا رہا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت حد تک اسمیں کامیابی ہوگئی پھر ان ترجموں کو ٹائپ بھی کرایا گیا غرضیکہ بہت سا وقت ان لوگوں کے پاس آنے جانے اور پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر ترجمہ دکھانے میں صرف ہوا۔ بقیہ وقت میں دوسرے مقصد کے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ یعنے تبلیغی ملاقاتیں اس سلسلہ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے زنجبار کے اعلیٰ درجہ کے طبقہ میں احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔ سلطان زنجبار سے ۸ مئی ملاقات ہوئی۔ ۲۰ منٹ تک پیغام احمدیت پہونچایا جماعت احمدیہ کی شاندار خدمات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی۔ آپ کے معجزات اور نشانات پر گفتگو ہوئی۔ سلطان نے نہایت توجہ سے ہر ایک بات کو سنا اور کہا کہ میں آپ کے مذہب سے واقف ہوں۔ اور آپ کے سلسلہ کی کتب میرے پاس موجود ہیں۔ واقعی ان میں بہت قوی دلائل ہیں۔ اور آپ زنجبار کے لوگوں کو بھی یہ پیغام ضرور پہونچائیں۔ اور جب کبھی آپ زنجبار آئیں۔ مجھے ضرور ملا کریں۔ اور قدسِ اعظم یعنے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں میری طرف سے السلام علیکم عرض کردیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جب معجزات بیان کر رہا تھا۔ تو اس وقت میں نے کھڑے ہوکر اعجاز المسیح اُسے پیش کی۔ سلطان بھی اپنی کرسی سے کھڑا ہوکر چند قدم آگے آیا۔ اور اس نے نہایت عقیدت و احترام سے لیے قبول کیا۔ اور کہا کہ میں اُسے پہلی فرصت میں پڑھوں گا۔ پھر مشرقی افریقہ کی جماعتوں کے حالات دریافت کرتا رہا۔ اور اسی دوران میں اس نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ کہ ۱۹۲۴ء میں غالباً زنجبار سے وہ ٹرین پر سوار ہوکر زنجبار جزیرہ میں ایک جگہ سے وہاں جا رہا تھا۔ اسی ٹرین پر کوئی امریکن سیاح عورت بھی سفر کر رہی تھی۔ جس نے اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دکھایا۔ اور آپ کا پیغام پہونچایا۔

سلطان کی ملاقات سے پہلے کمرۂ انتظار میں کئی معززین بیٹھے تھے۔ ایک مسقط کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پرنس عبداللہ ولی عہد زنجبار۔ سلطان کا خاص سکرٹری اور بعض خاص علماء بھی تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ اور چند منٹ کے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سب کو سواحلی رسالہ ہدیۃً دیا۔ اور احمدیہ جماعت کی اسلامی خدمات دُوسرے ممالک میں اور مشرقی افریقہ میں جماعت کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا۔ سواحلی رسالہ کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ عیسائیوں کے مقابلہ پر یہ ایک پہلی چیز ہے جو اس ملک میں شائع ہوئی۔

ان ملاقاتوں کے علاوہ زنجبار کے دیگر معززین سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ یہاں سے تین اخبار نکلتے ہیں۔ دو انگریزی کے اور ایک عربی کا۔ ان کے ایڈیٹروں سے ملا۔ اور انہیں احمدیت کے متعلق واقفیت بہم پہونچائی۔ ان تینوں نے مختصر نوٹ لکھے اور شائع کئے۔ Zanzibar Times نے بہت اچھا نوٹ لکھا ہے اور اس نے اپنے نوٹ میں یہ واضح کیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ایک زبردست منظم جماعت ہے۔ اور وسیع پیمانہ پر تبلیغ اسلام کے فریضہ کو ادا کر رہی ہے۔

زنجبار میں ایک مسجد ہے جہاں شیخ ابو بکر جو یہاں کے خاص آدمیوں میں سے ایک ہے نماز پڑھاتا ہے۔ میں اس مسجد میں چلا گیا وہاں دو عرب بیٹھے تھے۔ اور وہ اس تیزی سے نحوی ترکیب ایک کتاب کی کر رہے تھے۔ کہ مجھ پر یہ اثر ہوا کہ یہ اچھے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پاس میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے یہ سلسلہ بند کیا۔ تو میں نے دریافت کیا۔ کہ آپ قرآن مجید کے متعلق بھی کچھ جانتے ہیں۔ تو کہنے لگے نہیں۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ دوبارہ میں نے کہا کہ قرآن مجید میں تو لکھا ہے۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر اس پر ذکر کی توجیہات کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ سات آٹھ علوم جاننے کے بعد انسان قرآن سمجھ سکتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ زنجبار میں قرآن مجید پڑھانے کا کیا انتظام ہے۔ کہنے لگے کہ صرف رمضان میں پڑھا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ زنجبار میں قرآن مجید کے کتنے عالم ہیں۔ کہنے لگے دو۔ ایک شیخ ابو بکر اور ایک حسن برانی ساحلی علاقہ پر زنجبار کے علماء کا اثر ہے۔ اور بات بات میں زنجبار کے علما کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔

زنجبار کے قیام کے بعد میں ممباسہ پہنچا۔ جہاز کے ایک جرمن آفیسر سے ملا۔ اور اُسے تبلیغ کی گئی۔ اس نے میری اجازت سے میرا فوٹو لیا۔ اور ایک فوٹو میرے ساتھ کھڑے ہوکر کھچوایا۔

احباب ٹانگانیکا زنجبار۔ یوگنڈا اور کینیا کالونی کی جماعتوں کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار (شیخ) مبارک احمد مبلغ نیروبی

لکھنؤ میں احراریوں کی امن سوز جدوجہد

جماعت احمدیہ کے خلاف احرار کی فتنہ انگیزیاں دیکھتے ہوئے دوسرے فرقوں کے مسلمان نہ صرف خاموش رہے۔ بلکہ جہاں تک ان میں سے بعض سے ہو سکا۔ امداد دیتے رہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ جماعت احمدیہ سے ان لوگوں کا حسد اور عداوت بھی ہو۔ لیکن زیادہ تر وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو احرار کی شرارتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ڈھنگ اختیار کیا۔ اور خاص کر شیعہ اصحاب کو تو اس بارے میں بہت زیادہ اعتماد تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ احرار کے جنرل سکرٹری مسٹر مظہر علی اظہر ہیں۔ جو شیعہ کہلاتے ہیں۔ لیکن وہ مسٹر اظہر جنہوں نے احرار کی رفاقت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ اور ذاتی اغراض کی خاطر ان میں شامل ہیں۔ ان سے یہ توقع کیونکر ہو سکتی تھی۔ کہ اگر کسی وقت اور کسی جگہ احرار کو اپنے مذموم مقاصد کی خاطر اپنی شرانگیزی کا رخ شیعوں کی طرف پھیرنا پڑے۔ تو وہ ان کو روک سکیں گے۔ اور شیعوں کو ان کے چرکوں سے بچا سکیں گے۔ چنانچہ اب جبکہ لکھنؤ میں احرار نے شیعوں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے۔ مسٹر اظہر گمنامی کے گوشہ میں ایسے دبکے پڑے ہیں۔ کہ گویا مردہ اند۔ اور شیعہ اخبارات کی چیخ و پکار ان پر کوئی اثر نہیں کر رہی۔

یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ احرار ڈاکوؤں کی ٹولی ہے جسے مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ وہ مذہب کو آڑ بنا کر لوگوں کے امن و امان اور اموال پر ڈاکہ ڈالتی ہے جس فرقہ کے لوگوں کے خلاف فتنہ کھڑا کرنے میں نفع دیکھتی ہے۔ اسی کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔ کیا ان حالات میں ضروری نہیں۔ کہ تمام فرقوں کے مسلمان متحدہ طور پر اس امن شکن اور فتنہ پرداز ٹولی کو ایسا سبق پڑھائیں۔ کہ وہ شرانگیزیوں کے قابل نہ رہے آج کل شیعہ اصحاب کے لئے یہ ٹولی جس قدر تکلیف اور مصیبت کا باعث بنی ہوئی ہے اس کا اندازہ ذیل کے مضمون سے لگایا جا سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

تمام امن پسند حلقوں میں یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ لکھنؤ کی اس تاریخی سرزمین پر جو مدتوں سے امن و امان کا گہوارہ تھی۔ سنی مسلمانوں کی۔ احراری پارٹی نے باقاعدہ بدامنی و فتنہ انگیزی شروع کر دی ہے۔ اس ہفتے لکھنؤ میں یو۔پی احرار کمیٹی کی مجلس عاملہ کا جلسہ منعقد ہوا اور بعض حلقوں میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ اس جماعت میں مدح صحابہ کے مسئلہ میں اختلاف رائے ہے۔ نسبتاً زیادہ سنجیدہ ارکان جلسہ مشورہ دیتے ہیں کہ قانون شکنی کو کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے لیکن بہت زیادہ غیرت مند اور نوجوان اس امر پر کمربستہ ہیں کہ ہم حکومت سے ضرور متصادم ہوتے رہیں گے۔ اس جلسہ کی کارروائی کئی دن صیغہ راز میں رہنے کے بعد آج ۷؍ اگست کو مقامی اخبارات میں صوبہ مجلس احرار کی جماعت عاملہ کی طرف سے ایک اعلان شائع کیا گیا ہے جس سے مندرجہ بالا افواہ کی قطعی تردید ہوتی ہے۔ اور یہ واضح ہوتا ہے کہ ارکان مجلس عاملہ صوبہ احرار کمیٹی مدح صحابہ کے سلسلہ میں قانون شکنی کی تائید کرتے اور اس کو جاری رکھنے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ چنانچہ آج بعد نماز جمعہ پھر قانون شکنی شروع کر دی گئی ہے۔

آج سے تقریباً ۲۶، ۲۷ برس قبل حکومت اور پبلک کے تعاون سے لکھنؤ میں مدح صحابہ کے متعلق ایک معقول فیصلہ ہوا۔ اور اسے تمام سنی حضرات نے ہمیشہ بخوشی منظور و قبول کیا لکھنؤ کے سنی حضرات باہری احراریوں کے بھڑکانے کے بعد بھی اس فیصلے کے خلاف نہ تھے۔ بلکہ جب ان پر بے انتہا زور ڈالا گیا۔ اور طرح طرح سے مذہب کے نام پر مشتعل و آمادہ کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ کہا کہ اس حکم امتناعی کے خلاف آئینی جدوجہد ہونا چاہیئے۔ آئینی جدوجہد کی موافقت میں مختلف الخیال افراد شامل تھے مولانا ظفر الملک کے سے کانگرسی نے جو قانون شکنی اور جیل خانہ کے عادی ہیں۔ اور مولوی عبدالشکور کے سے شیعہ دشمن وہابی نے جو مذہبی حیثیت سے ہندوستان میں سب سے زیادہ شیعوں کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ مدح صحابہ کے سلسلہ میں قانون شکنی پر آمادگی ظاہر نہیں کی بلکہ صاف صاف اختلاف کیا۔ لیکن اس احراری ٹولی نے اس آگ کو لکھنؤ میں بھڑکایا۔ اور آج اس کے شعلے اسلامی زندگی کو پیغام فنا پہنچا رہے ہیں احراریوں کی یہ شرارت کوئی سنجیدہ مسلمان جس کے دل میں ملت اسلامیہ کا سچا درد ہے۔ اچھی نظروں سے نہیں دیکھ سکتا ہم بھی دل سے چاہتے تھے۔ کہ لکھنؤ میں یہ صورت حال نہ پیدا ہو۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ احراریوں نے اپنی خود غرضیوں کے آگے کسی کی ایک نہ سنی۔

ان احراریوں کی مزید ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ایک طرف شیعوں کے خلاف محاذ قائم کر رہے ہیں اور دوسری طرف اپنی ہر تقریر میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری جنگ شیعوں سے نہیں ہے حکومت سے ہے۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ لکھنؤ میں شاہراہ عام پر مدح صحابہ محض شیعوں کے چڑانے اور آزار پہنچانے کے لئے پڑھی جا رہی ہے جسے شیعہ برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں اس واضح حقیقت کی موجودگی میں احراری لیڈران کا شیعوں سے دوستی کا اعلان کرنا ایک بھونڈے مغالطے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

مدح صحابہ کا جھگڑا دراصل شیعوں کو چیلنج ہے۔ جس کے لئے شیعوں کو تیار ہونا لازمی ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے حامیان مدح صحابہ کا یہ حقیقت سے بعید قول صحیح مان لیا جائے۔ تو بالکل اسی اصول کی بنا پر شیعہ کل لکھنؤ میں شاہراہ عام پر حضرت ابو لولو و حضرت محمد ابن ابی بکر وغیرہم کی مدح پڑھتے ہوئے نظر آ سکتے ہیں۔ جو حضرات اہل سنن کے لئے دل آزار ہو گی۔ لیکن چونکہ حکومت کے آرڈر میں ہر فرقے کے لئے یکساں حکم امتناع ہوتا ہے اس لئے یہ مدح خوان شیعہ حکومت کا قانون توڑتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جنگ سنیوں سے نہیں ہے حکومت سے ہے۔ سنی بھائی اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہمارے مدحیہ اشعار سنا کریں۔ لیکن یقین ہے کہ اس وقت حامیان مدح صحابہ شیعوں کے اس بیان کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہونگے۔ بلکہ شیعوں کو اپنا مخالف تصور کریں گے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات سنی حضرات خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ شیعوں کے لئے قابل قبول فرض کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر کہا یہ احراریوں کا تمام تر مغالطہ ہے۔ مدح صحابہ کا مسئلہ کلیتہً شیعہ سنی سوال ہے۔ اور مدح صحابہ پڑھ کر قانون شکنی کرنے والے یا ان سے ہمدردی رکھنے والے خالص فرقہ پرست شیعہ دشمن افراد ہیں وہ اس بات کا کوئی حق نہیں رکھتے کہ اپنے کو حکومت کا مخالف بتائیں اور شیعوں کا دوست۔

آخر میں ہم شہر کی موجودہ صورت حال کی طرف گورنمنٹ کو خاص طور سے متوجہ کراتے ہیں۔ اور حکام پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ احراریوں کے اشتعال انگیز اقدامات سے لکھنؤ کی شیعہ پبلک میں شدید ہیجان و اضطراب پیدا ہو رہا ہے اور اگر احراریوں کی یہ معاندانہ کارروائیاں ایسی ہی ہفتہ بہ ہفتہ قائم رہیں تو شیعہ رہنماؤں کو اپنے جمہور کے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو جائیگا اور ایسی حالت میں شدید تصادم کا خطرہ پیش آنا یقینی ہے۔

جماعت شیعہ نسبتاً زیادہ سنجیدہ افراد پر مشتمل ہے اور وہ حلم و تحمل کی بہت حد تک عادی ہے لیکن جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر وہ ہر کرب و بلا سے دوچار ہونے کو تیار ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ آخری لحہ تک قربانیاں پیش کرتی ہے اسی مدح صحابہ کے سلسلہ میں لکھنؤ کی وہ شیعی استقامت ابھی بھلائی نہیں جا سکتی جو ۱۹۰۸ء میں ظاہر ہوئی تھی۔ لہٰذا قبل اس کے کہ صورت حال ناقابل اصلاح ہو جائے حکومت کو اس فتنہ کے تمام ذرائع منقطع کر دینا چاہیئے امید ہے کہ حکام ہمارے ان اشارات پر کمال سنجیدگی سے غور کریں گے۔ (سرفراز ۹؍ اگست)

شہید گنج اور مسٹر گابا کے متعلق مسلمانوں کا طریق عمل

اخبار ملاپ لکھتا ہے۔

"شہید گنج کو لے کر ہندوستان بھر میں جو طوفان بپا کیا گیا ہے۔ اور جتنا دن اُڑایا گیا ہے۔ اس کی مثال نہیں ہے۔ اس تحریک کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے یہ لیڈر مسجد کے لئے اپنی جان تک دے سکتے ہیں مسجد کے سامنے انہیں اور کچھ بھی عزیز نہیں ہے بھلے ہی وہ مسجد عرصہ سے ویران پڑی ہو۔ بھلے ہی اس میں سینکڑوں برسوں سے کسی نے بھی نماز نہ پڑھی ہو۔ لیکن محض اس لئے کہ وہ مسجد کہی جاتی ہے۔ اس کی عزت برقرار رہنی چاہیئے۔ اگر کوئی آدمی اس کی بے حرمتی کرتا ہے۔ تو وہ قابل سزا ہے۔ اس جذبہ کی میں قدر کرتا ہوں لیکن کیا یہ جذبہ جس کا یہ مسلمان لیڈر اظہار کرتے رہے ہیں۔ اور آج بھی کر رہے ہیں۔ نیک نیتی اور صدق دلی پر مبنی ہے۔ کیا شہید گنج کی "مسجد" کے سوائے اور کوئی بھی ایسی مسجد ہندوستان میں نہیں ہے۔ جو کھنڈر کی حالت میں بوسیدہ اور ویران پڑی ہو۔ میں ایسی کتنی ہی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ جہاں مسجدیں اس حالت میں پڑی ہیں۔ خود مسلمانوں کے ذریعہ گرا دی گئی ہیں۔ اور ان مسلمان لیڈروں نے کبھی چوں تک بھی نہیں کی۔ میری اس بات کو شائد بہت درست نہ سمجھا جائے۔ اس لئے میں ایک مسلمان اخبار کے حوالے سے ایک مسجد کی بدحالی کا قصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ قصہ بمبئی کے روزانہ "ہلال" میں شائع ہوا ہے۔ اور "ہلال" ایک خالص اسلامی اخبار ہے۔ اس کا بیان ہے:۔

"سورتی محلہ میں ایک مسجد حکیم دائم کی مسجد کہلاتی ہے۔ اور اچھی خاصی مسجد ہے۔ اس کے اندر ایک مدرسہ کی عمارت بھی بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس مسجد کی حالت یہ ہے کہ جو ہے قلابازیاں کھا رہے ہیں.... رات عشا کی نماز کے وقت حافظ علی بہادر خاں نے جا کر بچشم خود مسجد کو دیکھا۔ بجلی کا تار کٹا ہوا تھا۔ اور مسجد میں اندھیرا تھا۔ ... مسجد کے اندر اس قدر ویرانہ پن تھا۔ کہ اندر جانے سے خوف سا معلوم ہوتا تھا۔ معمولی فرش بچھا ہوا تھا جو بعض مقامات سے اس طرح الٹ پلٹا اور بے ترتیب تھا۔ کہ جس پر شبہ ہوتا تھا کہ یہاں جن ابھی قلابازیاں کھا کر گئے ہیں۔ آدمی کوئی نہیں تھا۔ صرف دو بلیاں تھیں۔ جن سے اس مسجد کی آبادی تھی۔ یا شائد جنات انہی بلیوں کے بھیس میں تھے۔ مسجد میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی ہے۔ اس زنانخانہ کا وہاں رہنا بہت شرمناک ہے.... مسجد کی ایسی حالت ہے کہ متعدد قصے اور افواہیں مشہور ہونے لگی ہیں۔ کہتے ہیں کہ رات کو چور آ کر یہیں چوری کا مال تقسیم کرتے ہیں۔"

اس اقتباس کے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپکو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس مسجد کی اگر آج یہ حالت ہے۔ تو آج ہی نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے بھی یہی حالت رہی ہوگی۔ لیکن کسی مسلمان لیڈر نے کوئی تحریک شروع نہیں کی۔ برعکس اس کے شہید گنج کے لئے ایک ایسا خاصہ طوفان پیدا کیا گیا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ اس سے مسلمانوں کو اشتعال دلایا جا سکتا تھا۔ اور کچھ ایسے لیڈروں کے لئے آئندہ اسمبلی کے انتخابات میں کامیاب ہونے کی امید ہو سکتی تھی۔ جن کے لئے پہلے کوئی امید نہ تھی۔ اس خود غرضی نے ہی مسلمان لیڈروں اور اخباروں کو یہ ہنگامہ بپا کرنے پر مجبور کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ انہوں نے نہیں دیکھا۔ اس سے کتنے معصوم ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کا خون بہے گا۔ یہ بھی انہوں نے نہیں دیکھا۔ انہوں نے دیکھا صرف اپنی غرض کو۔ اپنی ضرورت کو اور اپنی متوقع ممبری کو"

اس دھوکا دہی کی دوسری مثال مسٹر خالد لطیف گابا کی گرفتاری اور ضمانت کا سوال ہے۔ خالد لطیف تو مسلم ہیں مسلمانوں کے دل میں ان کے لئے کچھ خیال ہے ان مسلم لیڈروں نے جانا۔ سمجھا۔ محسوس کیا۔ اور خالد لطیف کے نام سے ہی ایک ایجی ٹیشن شروع کر دی۔ مسجدوں میں وعظ ہوتے جلسوں میں لیکچر ہوتے۔ قرار دادیں پاس ہوئیں۔ اعلےٰ حکام کے پاس یہاں تک کہ سکرٹری آف سٹیٹ تک کے پاس عرضداشتیں بھیجی گئیں۔ ایسا معلوم ہوا۔ کہ یہ لیڈر خالد لطیف کے لئے جان تک دینے کو تیار ہیں۔ اپنا سب کچھ ان پر نچھاور کر دینا چاہتے ہیں۔

لیکن گابا صاحب کی درخواست ضمانت کو منظور ہوئے آج چار روز گذر گئے ہیں۔ اور آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے لیڈر اب تک اس ضمانت کا کوئی انتظام نہیں کر سکے۔ اصلیت یہ ہے کہ اخباروں میں مضامین لکھنا اور جلسوں میں لیکچر دینا بہت آسان ہے۔ اس پر کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ اور اب مجسٹریٹ صاحب نے خرچ کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ اب مسلمان لیڈر کیا کریں۔ یقیناً ان کی تمام تحریک اس لئے تھی کہ مسلمان یہ دیکھ لیں کہ وہ گابا کی رہائی کے لئے بہت بے قرار ہیں"

اخبار پرتاپ لکھتا ہے۔

مسلمانوں کو غیرت دلانے کے لئے مولانا اختر علی خاں لکھتے ہیں۔

"اگر اس ضمانت کا انتظام نہ ہوا۔ تو اس سے نہ صرف مرزائیہ قوم کو بغلیں بجانے کا موقعہ مل جائیگا۔ بلکہ دشمنوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلیں گے"

مولانا اختر علی خاں کو یہ حربہ بھی کارگر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے سوال کیا ہے۔ کہ "کیا" علامہ خالد لطیف گابا کی ضمانت کے سلسلہ میں مسلمان طائفہ مرزائیہ کے ہاتھوں ذلیل ہونا گوارا کریں گے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ مرزائی جنہیں ہم کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور جنہوں نے انتہائی کوشش

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

علی گڑھ ۱۳ اگست۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے ۵۰ طلباء نے ہڑتال کر دی ہے اور ہڑتال کا طریق یہ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ اپنے ہوسٹلوں کے دروازے اندر کی طرف سے مقفل کر کے اندر بیٹھ رہے ہیں۔ ہڑتال کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہاؤس وارڈن نے ایک طالب علم کو خارج کر دیا۔ ۸۵۰ طلباء نے بطور ہڑتال کر دی۔ دو دن کے بعد ارباب اختیار ہاؤس وارڈن کو برطرف کرنے پر رضامند ہو گئے۔ جس پر انہوں نے علیک ہڑتال ترک کر دی۔

لاہور ۱۳ اگست۔ آج مسٹر کے بیلی گاباکی (؟) نے اس امر کی درخواست کی تھی۔ کہ چونکہ پچھتر پچھتر ہزار روپیہ کی دو ضمانتیں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے ڈیڑھ لاکھ کی ضمانت دو ضمانتوں کی طرف سے داخل کئے جانے کے بجائے چار ضمانتوں کی طرف سے داخل کرنے کی اجازت دی جائے۔ عدالت نے درخواست منظور کر لی۔ معلوم ہوا ہے۔ کل چار ضامن مطابق ضمانت داخل کر دیں گے۔

پیرس ۱۳ اگست۔ ایک فرانسیسی اخبار میں ایک برقی پیغام شائع ہوا ہے کہ میڈرڈ میں اس وقت کوئی حکومت نہیں۔ صدر جمہوریہ ہسپانیہ اور کابینہ کے ساتوں وزراء شہر سے فرار ہو کر ویلنشیا میں پہنچ گئے ہیں۔ لندن کی ایک خبر نے اس اطلاع کی تردید کر دی ہے۔

لنڈن ۱۳ اگست۔ ہسپانیہ میں خانہ جنگی خطرناک صورت حالات اختیار کر گئی ہے۔ کئی مقامات پر گوریلا جنگ کے اصول پر لڑائی شروع ہے۔ جبل الطارق آنے والے لوگوں کا بیان ہے کہ باغیوں کے پاس اکثر طیارے اطالیہ اور جرمنی کے بنے ہوئے ہیں۔

بیت المقدس ۱۲ اگست

وادی اسدرالون کے مشرقی علاقہ میں تیس عربوں نے دس فوجی گوروں پر حملہ کر دیا۔ جس میں ایک افسر ہلاک اور تین مجروح ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عرب چپکے سے وہاں پہنچے اور سنتریوں کو گولی مار دی۔ فوجیوں کو اپنی رائفلیں سنبھالنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ کہ عرب ان کی وردیاں اور ہتھیار چھین کر پہاڑیوں کی طرف فرار ہو گئے۔

راولپنڈی ۱۳ اگست۔ ریاست جموں کی پولیس نے ضلع اٹک کے ایک گاؤں کے دو سناروں کو سری نگر کے بازاروں میں شبہ کی بنا پر گرفتار کیا۔ تلاشی لینے پر ان کے قبضہ سے ۴۰۰۰ جعلی روپے برآمد ہوئے۔

لاہور ۱۳ اگست۔ لاہور کی پچاس کانگرسی عورتوں نے بھائی پرمانند کے ان ریمارکس کو جو انہوں نے اپنے اخبار میں کانگرسی عورتوں کے متعلق کئے تھے۔ "انسانیت اور اخلاق سے گرے ہوئے" قرار دیا ہے۔ اور ان کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بھائی جی مسٹر بیہو کو بھی بات کر دیا ہے۔

شملہ ۱۳ اگست۔ معلوم ہوا ہے۔ ملازموں میں تخفیف کی تجویز کے خلاف جو احتجاج نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ہڑتال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

لاہور ۱۳ اگست۔ رجسٹرار ہائیکورٹ لاہور نے پنجاب کے تمام ڈسٹرکٹ وسیشن ججوں اور تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو ایک طویل سرکلر بھیجا ہے۔ جس میں بنگال ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس فیصلہ میں ججوں نے پولیس اور عدالت ہائے ماتحت کے خلاف سخت ریمارکس پاس کئے اور لکھا ہے۔ کہ عدالت ہائے ماتحت اپنے آپ کو ریکارڈنگ مشینیں سمجھتی ہیں۔ اور مقدمہ میں عقلمندی کے ساتھ دلچسپی نہیں لیتے اور نہ مشکوک امور کو واضح کرنے کے لئے ضروری سوالات دریافت کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ ضلع لائل پور کی ایک لڑکی کے قتل کے واقعہ سلسلہ میں دیا گیا تھا۔

امرتسر ۱۳ اگست۔ گیہوں حاضر ۲ روپے ۱۳ آنے ۳ پائی۔ نخود حاضر ۲ روپے ۴ آنے۔ سونا دیسی ۳۵ روپے ۴ آنے اور چاندی دیسی ۴۹ روپے ۱۴ آنے۔

کلکتہ ۱۳ اگست۔ آج کلکتہ کے ایکسچینج ریٹ حسب ذیل ہیں۔ لنڈن ایک روپیہ = ۱ شلنگ $\frac{13}{32}$ ۶ پنس۔ پیرس ۱۰۰ روپیہ = ۵۷۰ فرینک۔ نیویارک ۱۰۰ ڈالر = ۲۶۴ روپے۔ ٹوکیو ۱۰۰ ین = $\frac{1}{2}$ ۷۷ روپے۔ جاوا ۱۰۰ روپیہ = $\frac{3}{8}$ ۵۵ گلڈر۔ برلن ۱۰۰ روپیہ = $\frac{1}{2}$ ۹۲ مارک۔

برلن ۱۳ اگست۔ اولمپک ہاکی میچ میں ہندوستانی ٹیم نے فرانسیسی ٹیم کو دو کے مقابلہ میں دس گول سے شکست دی۔

قاہرہ (بذریعہ ڈاک) حکومت حجاز نے آئل کمپنی لمیٹڈ سے حال میں ایک معاہدہ کیا ہے۔ جس کی رو سے حکومت نے آئل کمپنی کو مغربی عرب میں تیل کے کنوئیں دریافت کرنے کی اجازت دیدی ہے۔

لاہور ۱۳ اگست۔ آج شام برکت علی ہال میں پراونشل مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا اجلاس منعقد ہوا۔ ابتدائی کارروائی کے بعد سب سے پہلے بورڈ کے سامنے ڈاکٹر سر اقبال کی ایک چٹھی پیش کی گئی۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ میرا استعفےٰ ممبران بورڈ کے غور کے لئے ان کے سامنے پیش نہ کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بورڈ کی صدارت سے مستعفی نہیں ہوئے۔

آگرہ (بذریعہ ڈاک) حال میں گورنر یو۔پی آگرہ کے دماغی ہسپتال کا معائنہ کرنے کے لئے گئے۔ جب آپ گشت کر رہے تھے۔ کہ ایک مریض نے آپ سے دریافت کیا۔ "کیا آپ ہی گورنر ہیں۔" انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ لیکن سائل کو یقین نہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ "آپ گورنر نہیں ہیں۔" جس وقت ہز ایکسیلنسی نے اپنے سابقہ جواب کو دوہرایا۔ تو سائل نے کہا۔ "اگر آپ گورنر ہیں تو میری رہائی کا حکم صادر فرمائیں۔" ہز ایکسیلنسی مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

لزبن ۱۳ اگست۔ شہر باداجوز کو چاروں طرف سے باغی فوجوں نے گھیر رکھا ہے۔ شہر پر شدید بمباری ہو رہی ہے پرتگالی سرحد کی پہاڑیوں پر لوگ شہر چھوڑ کر محفوظ مقامات کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

پشاور ۱۳ اگست۔ اطلاع مظہر ہے کہ شہر میں اشتراکی پوسٹر چسپاں کرنے کے الزام میں پشاور کے ۴ سوشلسٹوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ پولیس نے ان کے مکانات کی تلاشی لی۔ اور چند دستاویزیں اپنے قبضہ میں لے لیں۔

میڈرڈ ۱۳ اگست۔ سرکاری افواج ان دنوں انہی مقامات پر اپنی فوجی قوتیں جمع کر رہی ہیں۔ جو فتح کئے جا چکے ہیں۔ حکومت کا بیان ہے کہ ملک کے ہر حصہ میں سرکاری افواج کو کامیابی ہو رہی ہے۔ اور باغیوں کے دو مراکز سارا گوسا اور غرناطہ آج فتح کر لئے جائیں گے۔

لنڈن ۱۳ اگست۔ ہسپانیہ کے معاملات میں عدم مداخلت کے معاہدہ کی بین الاقوامی گفت وشنید میں صرف یہ بات حائل ہے کہ اطالیہ اس شرط کی تخصیص چاہتا ہے کہ کسی ملک کو بھی ہسپانیہ کو روپیہ یا آدمیوں کی صورت میں امداد نہ دینی چاہیئے اور اس سلسلہ میں معاہدہ کی پابندی کے لئے ایک بین الاقوامی مجلس کا قیام عمل میں لانا چاہیئے۔

برلن ۱۳ اگست۔ حکومت جرمنی کے شدید احتجاج سے مرعوب ہو کر حکومت ہسپانیہ نے دو جرمن طیارے جنہیں ضبط کر لیا گیا تھا۔ واگذار کر دیئے ہیں۔

بغداد ۱۳ اگست۔ موصل اور حلب کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کرنے کی تجویز حکومت عراق کے زیر غور ہے وزیر رفاہ عامہ نے موصل کا معائنہ کیا اور تجویز کیا۔ کہ موصل اور حلب کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کیا جائے۔

لنڈن ۱۳ اگست۔ حکومت ہسپانیہ کے وزیر جنگ نے اعلان کیا ہے کہ میرے پاس یہ باور کرنے کے لئے کافی وجہ ہے کہ جرنیل فرینکو نے جزائر کناری اور کیڈز کے درمیان سلسلہ مواصلات قائم رکھنے کے لئے بعض سلطنتوں سے درخواست کی ہے۔ مذکورہ بالا مقامات کے درمیان حکومت کے بحری جہاز گشت کر رہے ہیں

لنڈن ۱۳ اگست۔ اخبار نیویارک ٹائمز نے ایک خبر شائع کی ہے کہ جرمنی کے